

## ڈریکولا

وی لاڈ ۱۱۱ پندرھویں صدی میں رومانیہ کے ایک خطے ویلاشیا کا بادشاہ رہا ہے۔ دنیا میں اب تک جتنے بھی حکمران، بادشاہ، بادشاہ گریا شہنشاہ آئے ہیں، وی لاڈ مظالم کی بدولت ان سب میں نمایاں حیثیت کا مالک ہے۔ شائندا سا مقابله کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ ظلم، جبرا اور تکلیف پہنچا کر دوستوں اور دشمنوں کو مارنے کے نایاب طریقوں کا موجود۔ ایسے ایسے ہولناک مظالم، جنکے متعلق تصور تک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اپنی بد قسمت سلطنت میں تین مرتبہ حکمران رہا۔ تمام ادوار اتنے خوفناک تھے کہ لوگ پناہ مانگتے تھے مگر پناہ دینے والا کوئی نہیں تھا۔ پورا مقامی نام وی لاڈ ڈریکولا تھا۔ یہ وہی کردار تھا جو صدیوں بعد ناولوں کی زینت بنا اور اس پر اُن گنت فلمیں بنیں۔ کاونٹ ڈریکولا کا اصل کردار وی لاڈ ہی تھا اور آج تک ہے۔

مطلق العنان حاکم کے طور پر اس نے جو کیا، وہ ایک طرف۔ حتیٰ کہ اسیری کے دوران بھی وی لاڈ کا طریقہ عمل آزحد ظالمانہ رہا۔ قید میں اسکے پاس کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک گندہ سا کمرہ اور چھوٹی سی کھڑکی۔ روشنی کیلئے یہ کھڑکی زندگی سے اسکا واحد رابطہ تھی۔ ولاڈ سارا دن چوہے پکڑتا تھا۔ ہاتھ سے چوہا پکڑ کر کمرے میں موجود لکڑی کے ایک چھوٹے سے لکڑے پر رکھ دیتا تھا۔ ایک دم کیل سے زندہ چوہے کو لکڑی سے جوڑ دالتا تھا۔ چوہا تکلیف سے مختلف آوازیں نکالتا تھا۔ وی لاڈ کیلئے مرتے ہوئے چوہے کی آوازیں موسیقی کا درجہ رکھتی تھیں۔ چوہے کو ترپتاد بیکھ کر اس پر رحم کرتا تھا۔ اس کا رحم تھا کہ اسکے جسم کوئی حصوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ قید کے دوران یہ سب کچھ اسکا پسندیدہ مشغله تھا۔ ذہن میں صرف ایک فتور یا خبط تھا۔ دشمنوں کو ایسا سبق سکھائے، کہ کوئی اسکی سلطنت کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہ کر پائے۔ اسکے مفادات پر بُری نظر نہ ڈال سکے۔ خیر ہمارے ملک میں مقتدر طبقے کی اولین خواہش آج بھی ولاڈ جیسی ہے کہ دوام اقتدار میں رہیں۔ اُنکے مظالم، ناالصافی اور ناجائز پیسے پر کوئی بھی باز پُرس نہ کر سکے۔ مگر تاریخ کا سبق مسلم ہے۔ کسی کو دوام حاصل نہیں۔ ولاڈ بھی غلط تھا اور ہمارا مقتدر طبقہ بھی مکمل طور پر غلط ثابت ہوا ہے اور ہو گا۔

ولاڈ نے حکومت سننے والے کے بعد قید خانوں میں موجود قیدیوں کی فہرست بنوائی۔ یہ تقریباً پندرہ ہزار افراد تھے۔ اسکے علاوہ پوری سلطنت میں پانچ ہزار مرد اور عورتیں ایسی تھیں جو با غیانتہ خیالات کے مالک تھے۔ قیدیوں میں اکثریت ٹرکوں کی تھی۔ ولاڈ کا پہلا حکم انتہائی خوفناک تھا۔ بیس ہزار مردوزن کو ایک بہت بڑے میدان میں جمع کیا۔ اپنے فوجیوں اور جلادوں کو حکم دیا کہ بالکل آہستہ ان تمام لوگوں کی جسمانی جلد اکھیرنا شروع کر دیں۔ تصور کیجئے۔ بائیس ہزار لوگوں کی جلد سفا کی کے ساتھ بدن سے جدا کر دی گئی۔ لوگ تکلیف سے چینیں مارتے تھے، روٹے تھے، چلاتے تھے۔ مگر دنوں تک مرتے نہیں تھے۔ اسکے بعد، لکڑی کی چوبیں منگوواتا تھا۔ ان لوگوں کے سر سے لیکر پاؤں تک لکڑی کی کیل ٹھوک کر کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ بد قسمت لوگ آہستہ آہستہ آزحد تکلیف سے مرتے تھے۔ ان اذیت بھری آوازوں کے عین درمیان ولاڈ شاہی میز لگوواتا تھا اور بڑے مزے سے کھانا کھاتا تھا۔ جام انڈھاتا تھا۔ خوش ہوتا تھا۔ مرتے ہوئے لوگوں کی آوازیں سننا اسکے لیے تفریق کا باعث تھا۔ یہ سب کچھ اس قدر ہولناک تھا کہ ایک بارٹرک سلطان، ولاڈ کے دار الحکومت پر حملہ کرنے کیلئے شہر کے

نzdیک آیا تو اسکی افواج لکڑی کی کیلوں پر جلد کے بغیر برہنہ لاشیں دیکھ کر اس درجہ خوف زدہ ہو گئیں کہ حملہ کرنے سے انکار کر دیا۔  
ولاد کے مظالم کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ ہر وقت لوگوں کو اذیت دینے کے نت نے طریقے سوچتا رہتا تھا۔ دربار کے عین درمیان ایک بہت بڑی دیگ بنوائی ہوئی تھی۔ اس پر لکڑی کے ڈھکن اس طرح کے تھے کہ انسانی سر گرفت میں آجائے۔ ولاد لوگوں کو دیگ میں اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ دیگ میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب چالیس پچاس لوگ اس طرح کھڑے ہو جاتے تھے، تو ولاد پانی بھرو اکر دیگ کے نیچے الاؤ جلا دیتا تھا۔ لوگ گھنٹوں کھولتے ہوئے پانی میں کھڑے رہتے تھے۔ مگر جل نہیں پاتے تھے۔ دھاڑیں مارتے تھے۔ کھولتے ہوئے پانی میں مرتے ہوئے معافیاں مانگتے تھے۔ یہی چیزیں، ولاد کیلئے روح کی غذا تھیں۔ لوگوں کو تکلیف سے مرتے دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ تھیقہ لگاتا تھا۔ زور زور سے خوشی سے گانے گاتا تھا۔ یہ سب کچھ اسکے پسندیدہ مشاغل تھے۔ گمان تھا کہ ظلم اور جرکی وجہ سے کوئی بھی اسکے سامنے سراہٹھا نے کی جرات نہیں کریگا۔ مگر وہ غلط ثابت ہوا۔ اسکے خلاف کامیاب بغاوت ہوئی۔ ولاد اور اسکے ولی عہدوں کو باغیوں نے زندہ دفن کر دیا۔ آج تک حقیقت میں کسی کو بھی علم نہیں کہ ولاد کس جگہ پر زندہ درگور کیا گیا تھا۔

آپ سوچ رہے ہوئے کہ ولاد کے متعلق چند حقائق لکھ کر اپنا اور آپ کا وقت کیوں ضائع کیا۔ مگر طالبعلم کی دانست میں سینکڑوں برس پہلے ڈریکولا اور ہمارے مقتدر طبقے میں ہر چیز کیساں ہے۔ طور طریقے لازمی طور پر بدل گئے ہیں۔ مگر خیالات، طرز حکومت، مراعات، نا انصافی اور جرکا کلچر سو فیصد وہی ہے جو اس ظالم ترین بادشاہ کے وقت تھا۔ فرق صرف اور صرف ناموں کا ہے۔ شائد بس کا بھی۔ اگر سنجیدگی سے دیکھا جائے تو کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ کسی مخصوص رہنماء، سیاستدان، سیاسی گروہ، کاروباری شخص یا مذہبی رہنماء کا ذکر نہیں کر رہا۔ لیکن مجموعی طور پر ہر ایک کاذک کر رہا ہوں۔ کیونکہ موجودہ انسانی جلد اُتارنے کے طریقے مختلف ہیں مگر مقصد صرف ایک اور ایک ہے۔ اقتدار پر مسلسل قبضہ اور دولت میں اضافہ دراضافہ۔ سب سے پہلے ست برس کی طرز حکمرانی اور حکمرانوں کے عمومی رویوں پر غور کیجئے۔ قیام پاکستان سے لیکر آج تک رویوں میں کسی بھی قسم کی جو ہری تبدیلی نہیں آئی۔ خوفناک طرز کی کیسانیت ہے بلکہ ظالمانہ طرز۔ کیونکہ خوفناک لفظ اس کیفیت کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلے رہنے سہنے کے طور اطوار پر نظر ڈالیے۔ فوجی حاکموں سے لیکر جمہوری بادشاہوں تک انتہائی پُرتعیش، قیمتی اور وسیع گھر بلکہ محلات، انکے پاس موجود ہیں۔ درست ہے کہ چند استثنات بھی شامل ہیں۔ تھوڑے لوگ ہیں جنہوں نے حکومت میں رہتے ہوئے قدرے سادگی کا ملاحظہ کیا۔ پچانوے فیصلہ حکمران بالکل ایک ہی رویہ کے مالک ہیں۔ رعایا سے از حد مختلف۔ پُر سکون اور محفوظ طریقے سے رہنے والی منفرد مخلوق۔ لباس ہی کو لے لیجئے۔ ہمارے ایک وزیر اعظم جو خوش پوش کیلئے مشہور تھے۔ کروڑوں روپے کے اٹالیں سوٹ جمع کرنے کے شوقین تھے۔ عوام تو دور کی بات، خواص کے بھی علم میں نہیں کہ اٹلی کے مہنگے ترین سوٹ پندرہ لاکھ سے پنٹا لیس لاکھ تک کے ہیں۔ یقین نہ فرمائیے۔ انٹرنیٹ کھول کر دنیا کے مہنگے ترین مردانہ سوٹوں کی قیمت معلوم کیجئے۔ ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔ موصوف کے پاس درجنوں ایسے قیمتی لباس تھے۔ خواتین رہنماؤں کی طرف آئیے۔ غریب عوام کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے والی مقتدر خواتین، ہزاروں ڈالر کے

بیگ استعمال فرماتی ہیں۔ دھوپ سے نچنے والا چشمہ ہی لاکھوں روپے کا ہوتا ہے۔ لباس اور جوتے بھی از حد بیش قیمت ہوتے ہیں۔ لندن، فرانس اور امریکہ کی برائٹ ڈگھڑیوں کی قیمت اتنی زیادہ ہے کہ اگر عوام کو معلوم ہو تو شائد انہیں یقین ہی نہ آئے۔ چالیس پچاس لاکھ سے لیکر ایک کروڑ کی گھڑی بالکل عام ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں نے ذاتی پیسوں سے یہ اشیاء خریدی ہوں تو شائد درگز رہو جائے۔ مگر یہ سب کچھ سرکاری پیسے کی چوری سے کمائے گئے پیسوں سے خریدا گیا ہے۔ جب آپ پوچھیں تو انہائی بودے قسم کے جواب سامنے آتے ہیں۔

ستربرس سے بیرونی اور ملک کے اندر سفر کرنے کے طریقوں پر نظر ڈالیے۔ ہر وزیر اعلیٰ، وزیر اعظم، صدر، فوجی حکمران، گورنر نے متعدد جیٹ طیارے رکھے ہوئے ہیں۔ مہنگے ترین جہازوں اور اہل خانہ اس طرح استعمال کرتے ہیں جیسے کوئی اپنی سائیکل استعمال کرتا ہے۔ کسی بھی سرکاری جہاز کے پائلٹ کو اعتماد میں لیکر تفصیلات پوچھیے۔ ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ حکمران تو دور کی بات، انکے ملاز میں بھی سرکاری جہاز استعمال کرتے ہیں۔ ان پر تمام اخراجات غریب عوام کی جیب برداشت کرتی ہے۔ اگر کوئی مزدور، طالب علم، گھر بیلو خاتون، چرواہا یا کسان فون کیلئے کارڈ خریدتا ہے تو سور و پے کے کارڈ میں سے تمیں روپے کاٹ لیے جاتے ہیں۔ کس لیے، صاف ظاہر ہے کہ بے رحمانہ طرزِ زندگی اور سرکاری اخراجات پورے کرنے کیلئے۔ بات کوئی نہیں کرنا چاہتا۔ کبھی کسی حکمران نے بیرونی دورے کے بعد قوم کو بتایا ہے کہ امریکہ یا لندن کس ہوٹل میں قیام پذیر رہا ہے۔ وفر پر کتنے کروڑ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ بیرون ملک سرکاری دوروں میں مقتدر طبقہ لاکھوں روپے روزانہ کرایہ والے ہوٹل میں ٹھہر تے ہیں۔ دو ہزار پاؤ نڈ سے لیکر اس سے اوپر تک کا کرایہ کوئی اور نہیں دیتا۔ بلکہ میں اور آپ دیتے ہیں۔ ایک لیٹر پیٹرول پر چالیس روپے ٹیکس اسی وجہ سے کاٹا جاتا ہے کہ مقتدر طبقے کی عیاشیاں خاموشی سے پوری کردی جائیں۔ کیا مہاتیر محمد کی طرح ہمارے حکمران یہ نہیں کر سکتے کہ بیرون ملک سرکاری دوروں میں اپنے کسی دوست یا عزیز کے گھر ٹھہر جائیں۔ آگے بڑھیے۔ استعمال ہونے والی سرکاری گاڑیاں دیکھیے۔ مر سیڈیز، بی ایم ڈبلیو، بینٹلے اور ہمینگی ترین گاڑیوں سے یہی مقامی سفر کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ان گاڑیوں کی قیمت عرض نہیں کروں گا۔ خود معلوم کر لیجئے، اوصان خطہ ہو جائیں گے۔ پھر انکو بلٹ پروف کروایا جاتا ہے۔ یعنی دو کروڑ کی قیمت چار پانچ یادس کروڑ تک بڑے آرام سے پہنچ جاتی ہے۔ دس سے بارہ کلو میٹر کا سفر بھی سرکاری ہیلی کا پڑپر کیا جاتا ہے۔ اسکے خرچ بھی ہم لوگ ادا کر رہے ہیں۔

ولاڑ 111 ڈریکو لا ایک ناظم با دشاد تھا۔ مگر کم از کم موت کے کاروبار میں از حد ایماندار تھا۔ سب کے سامنے علی العلان لوگوں کی چڑی ادھیر تھا۔ ناقابل بیان اذیت پہنچاتا تھا۔ مگر ہمارا حکمران طبقہ تو اس سفا کی سے بیس کروڑ لوگوں کی جلد اتار رہا ہے کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہو رہا۔ لوگوں کو تو شعور ہی نہیں کہ ولاڑ کے طرزِ عمل کی طرح انکے جسموں میں لکڑی کی چوب کی بجائے، مہنگائی، نا انصافی، بے رحم کر پیش، دونبڑی اور قرضوں کی آن دیکھی کیل گاڑی گئی ہے۔ طریقہ واردات بدل گیا ہے۔ مگر مقصد وہی ہے۔ لوگوں کا خون چوسو، جھوٹ بولو، بیوقوف بناؤ اور سرکاری سرمایہ پر خاندان سمیت عیش کرو۔ میرا خیال ہے کہ یہ طبقہ، لوگ اور گروہ، ولاڑ سے ہزار گناہ ناظم ہے۔ اگر یہ اسکے ساتھ ہوتے تو ولاڑ انکا شاگرد بن جاتا۔ مگر یہ بھول چکے ہیں کہ قدرت نے زندہ درگوری کا انجام ایک ہی طرح کا رکھا ہے۔ مگر ان جام کی

کس کو فکر ہے! نہ ڈریکولا کو تھی اور نہ ہی انہیں!

راو منظر حیات